© rasailojaraid.com

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

''کوئی صورت نظر نہیں آتی''

ملکی حالات ارباب فکر و نظر کے سامنے ہیں۔ کوئی محبِّ وطن پاکستانی ان حالات سے مطمئن نہیں بلکہ انتہائی پریشان اور متفکر ہے۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ سیاسی حالات کا یہ اونٹ کل کو کس کروٹ بیٹھے۔ ملک کے سیاسی حالات انتہائی ناگفتہ بہ ہوئے جاتے ہیں۔ حکومت اور اپوزیشن اپنے اپنے مورچوں میں بیٹھی چاند ماری میں مصروف ہے۔ لوگ معاشی طور پر انتہائی پریشانِ حال اور متفکر ہیں۔ خود کشی کی وارداتوں میں آئے دن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کسی شخص کی جان، مال، عزت آبرو محفوظ نظر نہیں آتی۔ موجودہ حکومت کی گرفت معاشرے پر جیسے باقی ہی نہیں رہی۔ غلط کار لوگوں کی ہر قدم پر حوصلہ شکنی کی بجائے حوصلہ افزائی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جن لوگوں نے بظاہر حالات کو قابو میں رکھنے اور انہیں سدھارنے کی ذمہ داری اٹھا رکھی ہے وہ اپنے اقتدار کی کرسی کو سنبھالنے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور اپوزیشن والے اقتدار کی کرسی کو ہلانے کے لیے انتھک محنت کر رہے ہیں۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے درمیان ایک فرد وجۂ نزاع بنا ہوا ہے۔ وہ کسی کی مانتا ہی نہیں۔ جس طاقت کے اشارے پر وہ حکومت کے تخت پر براجمان ہوا ہے۔ وہ طاقت اسے اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتی کہ وہ عوام کے مطالبے کے پیش نظر اپنے آپ کو سیاسی اقتدار سے الگ کر لے۔ بلکہ اسے اقتدار تک لانے والی طاقت برابر اس کی پیٹھ ٹھونک رہی ہے۔ کہ ڈٹے رہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تم بڑے بہادر رہنما ہو، نہ کسی کے سامنے جھکتے ہو نہ کسی سے ڈرتے ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے کوئی بات کیسے منوائی جا سکتی ہے کہ جس کی پشت پر امریکہ بہادر کا ہاتھ ہو۔ ادھر ملک کے وزیراعظم صاحب فٹ بال بنے ہوئے ہیں اپوزیشن ''کِک'' لگاتی ہے تو جنرل صاحب کے پاس چلے جاتے ہیں اور جنرل صاحب ''کِک'' لگاتے ہیں تو اپوزیشن کی منت سماجت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ملک سے دانش ور اور قلم درمیانی راہ اختیار کرنے کی تلقین میں دن رات کالم لکھ کر کاغذ سیاہ کر رہے ہیں۔ لیکن صورتِ حال بنتی نظر نہیں آتی، بگڑتی ہی چلی جاتی ہے۔ ؎

پاؤں رہا رکاب میں نے ہاتھ میں عنان
کن حادثوں کی نذر یہ اپنا وطن ہوا
پھولوں میں دل کشی نہ فضاؤں میں تازگی
بے رنگ یُوں بہار میں اپنا چمن ہوا

☆☆☆

ادھر ہندوستان کے ساتھ از سرِ نو دوستانہ تعلقات کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ وہیں ہے جہاں پہلے تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن تجارتی تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے دونوں مما لک بڑے مستعد نظر آتے ہیں۔ امن وفود ایک دوسرے کے ہاں بھیجے جا رہے ہیں۔ پاک بھارت دوستی کے نعرے فضا میں بلند ہو رہے ہیں ۔ دہلی اور لاہور کے درمیان رابطے بحال ہو گئے ہیں ۔لیکن یہ سب کچھ تو وہی ہے جو نواز شریف اور واجپائی کے درمیان طے پا چکا تھا۔ جسے ''ڈینا میٹ'' کرنے کے لیے کارگل کا ڈرامہ رچایا گیا۔ جماعت اسلامی نے اُس وقت کی حکومت کے خلاف احتجاج کیا اور پولیس سے مار کھائی تھی۔ اُس وقت یہ سب کچھ حرام تھا' اب حلال ہو گیا ہے؟ ملک کی حزب اختلاف بھی اس پر منقار زیر پر ہے اور حکومت قدم بہ قدم آگے بڑھتی نظر آتی ہے۔

☆☆☆

اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مسئلہ مشرف صاحب نے چھیڑ دیا ہے ۔ جس پر بحث و تمحیص جاری ہے ۔ اخبارات میں آئے دن اس موضوع پر خامہ فرسائی ہو رہی ہے ۔ امریکہ کے اشارے پر جنرل صاحب نے اس کام کا آغاز کر دیا ہے اور ایک دن یہ مسئلہ بھی اپنے انجام کو پہنچ جائے گا ، قوم دیکھتی رہ جائے گی اور وزارتِ خارجہ اسرائیل کو تسلیم کر کے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرے گی کہ حکومت نے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو پچھلی حکومتوں کے بس کی بات نہیں تھی ۔ امریکہ خوش ہو کر کچھ رقم اور دے دے گا ۔ اور حکومت اس پر یہ بیان داغ دے گی کہ زرمبادلہ بڑھ کر' گیارہ ارب ڈالر ہو گیا ہے ۔ بیت المقدس اس کے باوجود اسرائیل کے ہی قبضے میں رہے گا اور فلسطینی پہلے کی طرح ملک سے باہر دوسرے مما لک کے اندر اُسی طرح پناہ گزینوں کی طرح انتہائی کسمپرسی کے عالم میں اپنی زندگی گزارتے رہیں گے ۔ موجودہ حالات یہ ہیں کہ اسرائیل کی قید میں آٹھ ہزار قیدیوں کو رہا نہ کرنے کا اعلان' اسرائیل کی حکومت نے کر دیا ہے ۔ صرف تین سو قیدی رہا ہوئے ہیں اور دو سو فلسطینی قیدیوں نے جیل میں بھوک ہڑتال کرنے کا اعلان کر دیا ہے ۔

☆☆☆

جنرل صاحب کے موجودہ دورے کو کامیاب قرار دیا جا رہا ہے ۔ ساڑھے تین ارب ڈالر کی رقم پاکستان کو مل گئی ہے ۔ جس میں کچھ تو امریکہ کے قرضے میں واپس امریکہ کو ہی دے دی جائے گی اور کچھ امریکہ سے اسلحہ خرید کر اسے واپس کی جائے گی اور باقی جو بچے گی اس سے بقول قاضی حسین احمد '' پاکستان کے دینی مدارس کے نصابِ تعلیم کو قدرے سیکولر بنانے پر خرچ کیا جائے گا ۔'' اِدھر کچھ دانشور یہ کہتے بھی سنے گئے ہیں کہ طالبان کے قتل عام کے لیے جو اڈے پاکستان نے امریکہ کو دیئے اور جو خرچ پاکستان کا اپنا اس کام پر صرف ہوا وہ اندازاً بارہ ارب ڈالر ہے ، اگر یہ بات سچ ہے تو آپ خود فیصلہ کر لیں کہ کوئلوں کی دلالی میں ہم نے منہ ہاتھ بھی کالا کیا اور مالی طور پر بھی خسارے میں رہے ۔ لیکن جنرل صاحب کی لاڈلی حکومت کامرانی و کامیابی کے راگ الاپے چلی جا رہی ہے ۔ اس پر اس کے سوا ہم کیا کہہ سکتے ہیں ع

''شرم تم کو مگر نہیں آتی''

☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قتل و غارت تو ملک کے اندر پہلے ہی عام تھی لیکن سانحہ کوئٹہ نے تو اہل پاکستان کے دل ہلا کے رکھ دیئے ہیں۔ قاتلوں کی بیس منٹ تک مسلسل فائرنگ سمجھ سے بالاتر بات ہے، پولیس اور فوج یہ سب کچھ دیکھتی رہی اور حرکت میں نہ آئی۔ قاتل اندھا دھند گولیاں چلاتے رہے۔ انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ آخر یہ لوگ کون تھے؟ حکومت کی جانب سے مذہبی انتہا پسندوں کی کاروائی بتا کر خاموشی اختیار کر لی گئی ہے لشکر جھنگوی کا نام بھی لیا گیا۔ لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ لشکر جھنگوی میں اب اتنی جان ہے کہ وہ اس طرح کی کاروائی کریں۔ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق حکومت جو امریکہ کے اشارے پر القاعدہ اور طالبان کی پکڑ دھکڑ کر رہی ہے، سانحہ کوئٹہ اس کا ردِّ عمل ہے۔ لیکن اس کے لیے کسی حکومتی ادارے پر حملہ زیادہ قرین قیاس ہوتا۔ عوام پر حملہ اور پھر عوام میں سے ایک خاص مذہبی فرقے کے افراد چن کر قتل کرنا، اس کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ خصوصاً جب پورے ملک کے اندر شیعہ سنی کھچاؤ نہ ہونے کے برابر ہو صرف بلوچستان کے اندر ایسا کیوں ہو رہا ہے' سمجھ سے بالاتر ہے۔ پھر قاتلوں کا خودکش بموں سے اپنے آپ کو ختم کر لینا۔ ایسی صورت میں کہ جب قاتل خود بھی باقی نہ رہیں تو اندھا قتل کسی کے نام بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔ پھر اس واقعے سے ذہن ادھر بھی جاتا ہے کہ قاتلوں نے اپنے آپ کو خود ختم کیا یا کسی نے انہیں قتل کر دیا' تا کہ اصل کہانی منظر عام پر نہ آنے پائے۔ ایسے واقعات سے ذہن پر اس طرح کے کئی خیالات ابھرتے ہیں۔ بہر حال جو کچھ ہوا انتہائی قابلِ مذمت ہے لیکن اس کے لیے بھی موجودہ حکومت ذمہ دار ہے۔ خصوصیت کے ساتھ ہماری وزارتِ داخلہ، وزیر داخلہ کا اس واقعے کے بعد وزارت پر متمکن رہنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔ لیکن انہیں کوئی نہیں ہٹا سکتا وہ ایک گروپ کے ساتھ وزارت پر فائز ہوئے ہیں اور حکومت کو اس گروپ کی اشد ضرورت ہے۔ جن حالات میں انہیں وزیر بنایا گیا، وہ سب کے سامنے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں کہ جب انہیں وزیر داخلہ بنایا گیا تو اس وقت ان کا نام اس فہرست میں موجود تھا جس فہرست میں شامل افراد حکومت کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ آخر ایسا کیوں تھا، وہ ہم بھی جانتے ہیں اور حکومت بھی۔ ایسے وزیر اور ایسے گورنر آج حکومت میں شامل ہیں جو کل تک حکومت کو بطور مجرم درکار تھے اس سے حکومت کا جمہوری معیار سامنے آتا ہے۔ ؎

تم جسے چاہو چڑھا لو سر پر
ورنہ یُوں دوش پہ کاکل ٹھہرے

☆☆☆

حالات کی سنگینی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ تعلیم اور صحت کے شعبے دن بدن خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ ان شعبوں سے حکومت جان چھڑانے کی کوشش کر رہی ہے۔ تعلیم کا شعبہ تو ٹھیکے پر دے دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے نہ کوئی تعلیمی معیار رہ گیا ہے نہ وقار، معلوم یہ ہوتا ہے کہ اب ہمارے ملک کے اندر تعلیم خاص لوگوں کے لیے ہوگی اور خاص قسم کی ہوگی۔ تعلیمی اداروں میں تعلیم نام کو نہیں اور تربیت کا تو کہیں دور دور تک نام و نشان باقی نہیں رہا۔ پڑھانے والے جب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹھیکے پر کام کریں گے تو ان کے اندر دلجمعی اور دل بستگی کہاں سے پیدا ہوگی۔ جگہ جگہ تعلیمی ادارے کھلے ہیں لیکن یہ تعلیمی ادارے نہیں بلکہ دکانیں ہیں جہاں پر تعلیمی تجارت ہو رہی ہے۔ کم سن بچیاں جو ایف اے، بی اے کر کے گھر میں بیٹھی تھیں تھوڑے اور حقیر معاوضے پر سکولوں میں پڑھانے پر مامور ہیں۔ جنہوں نے ابھی خود پڑھنا تھا وہ پڑھا رہی ہیں۔ نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

صحت کے میدان میں بھی یہی صورت حال ہے۔ غریب لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں لیکن ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ معمولی معمولی اپریشن کے لیے ڈاکٹر بھاری معاوضہ مانگتے ہیں۔ غریب آدمی کہاں سے لائے، دوائیوں کی قیمتوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ کوئی گولی چار روپے سے کم نہیں۔ ہسپتالوں میں نہ کوئی انتظام ہے نہ کوئی ضابطہ، افراتفری کا عالم ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ حکومتِ وقت ان دو شعبوں کو عملاً نظر انداز کر رہی ہے کہ یہ حکومت کے کماؤ بیٹے نہیں۔ ان پر تو صرف خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور ان شعبوں پر خرچ کرنے کے لیے حکومت کے پاس کوئی رقم نہیں۔ رقم تو ساری قصرِ صدارت اور وزیراعظم ہاؤس کے اللّوں تللّوں پر صرف ہو جاتی ہے، غریبوں اور محتاجوں کی تعلیم اور صحت پر خرچ کہاں سے آئے۔ صدر صاحب وزیراعظم صاحب باہر جاتے ہیں من چاہتے لوگوں کا ایک جم غفیر ساتھ لے جاتے ہیں۔ بیوی تو لازماً ساتھ جاتی ہے۔ اب کون بتاتا ہے کہ صدر یا وزیراعظم کے ایک دورے پر کتنی رقم خرچ ہوئی۔ نہ کوئی پوچھتا ہے اور نہ کوئی بتاتا ہے۔ ''مالِ مفتِ دلِ بے رحم'' کی مصداق قومی رقم ضائع کی جا رہی ہے۔ لیکن کسی کو اس سے کیا۔ اسی نمود و نمائش جاہ و جلال 'کرّ و فر' شان و شوکت کے لیے تو لوگ اقتدار کے لیے جائز و ناجائز طریقوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ اقتدار ذمہ داری نہیں، امتحان نہیں رہا بلکہ عیش و عشرت کا ذریعہ بن کے رہ گیا ہے۔ دینی نکتہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اقتدار آزمائش ہے۔ خوفِ خدا رکھنے والا فرد تو دن رات خدا سے دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ مجھے کسی آزمائش میں نہ ڈالیو لیکن یہ لوگ اقتدار کے لیے ان تھک محنت کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ فریب کرتے ہیں۔ جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ جلسے کرتے ہیں۔ جلوس نکالتے ہیں اور جو لوگ ایسا نہیں کر سکتے وہ فوج میں بھرتی ہو کر امریکہ کی مدد سے اقتدار پر قابض ہو جاتے ہیں یہ کھیل پچپن برسوں سے اس ملک کے اندر ہو رہا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے۔

☆......☆......☆

سلیم الیکٹرونکس

ڈاؤلینس ریفریجریٹر کے بااختیار ڈیلر

حسین آگاہی روڈ۔ ملتان فون: 061-512338

© rasailojaraid.com